قائداعظم محمد علی جناح اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق

ڈاکٹر سیّد حیدر شاہ*

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ مغربی تعلیم وثقافت سے آراستہ شخصیت کے مالک تھے اور ظاہری طور پر کچھ زیادہ مذہبی بھی دکھائی نہیں دیتے تھے مگر حقیقتاً اسلامی سوچ وفکر کے حامل تھے۔ آپ اسلامی رواداری کے علمبردار تھے اور ساری انسانیت کے ساتھ حسن سلوک کے اسلامی اصول سے خوب واقف تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا آدمی کو قرآن مجید میں خدا کا خلیفہ کہا گیا ہے اس خطاب کے استحقاق کیلئے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم بندگان خدا سے ایسا (مہربانی کا) برتاؤ کریں جیسا خدا ہم سے کرتا ہے۔[1]

ہندوستانی مسلمان یہاں کی ہندو آبادی کے مقابلے میں اقلیت میں تھے اور انگریز کے متعارف کردہ نظام جمہوریت میں مسلمان ہندو اکثریت کے مقابلے میں کلی طور پر خسارے میں تھے اور ہندو مسلمانوں کی حیثیت کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ اس لئے قائداعظم کو مسلمانوں کے حقوق کی زیادہ فکر تھی آپ کی ساری زندگی مسلمانوں کے حقوق کے لئے آئینی وسیاسی جنگ لڑتے ہوئے بیت گئی آپ کی ان خدمات وخلوص کے سبب آپ کو مسلمانان ہند نے قائد اعظم کا خطاب دیا۔ آپ کا تعلق ہندوستان کے ایسے اقلیتی گروہ (یعنی مسلمانوں) سے تھا جن کے مفادات خطرہ میں تھے اس لئے فطری طور پر آپ کو ہندوستان کی سب اقلیتوں کے ساتھ ہمدردی تھی جن میں ہندوستان کے اچھوت سکھ، جین اور عیسائی سب شامل تھے اور کانگریس انہیں نظرانداز کیے ہوئے تھی۔ آپ شروع ہی سے سب اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتے تھے جس میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ مثلاً آل انڈیا مسلم لیگ لیجسلیٹو کونسل میں جو قرارداد پاس کیا گیا اس میں اقلیتوں کے متعلق حسب ذیل وضاحت تھی یہ کہ پاکستان اور ہندوستان کی اقلیتوں کو لاہور میں ۲۳ رمارچ ۱۹۴۰ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں منظور کئے ہوئے قرارداد کی روشنی میں تحفظات مہیا کئے جائیں۔ اس لیجسلیٹو کونسل میں مسلم لیگی ارکان اسمبلی سے جو حلف لیا اس حلف نامہ میں یہ عبارت تھی۔ ”میں لیجسلیٹو اسمبلی یا کونسل کی مسلم لیگ پارٹی کا کارکن ہوں اپنے اسی عقیدے راسخ کا باقرار صالح

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔

اعلان کرتا ہوں کہ ملت اسلامیہ جو برصغیر ہندوستان میں آباد ہے اس کا تحفظ اور سلامتی اور خوش نصیبی حصول پاکستان میں مضمر ہے جو آئینی مسئلے کا واحد منصفانہ باعزت اور عادلانہ حل ہے اور یہی حل اس عظیم برصغیر میں بسنے والی مختلف قومیتوں اور اجتماعی ہستیوں کیلئے امن آزادی اور خوشحالی کا پیامبر ہوگا''۔[۲]

اقلیتوں کے تحفظ کی بات صرف قیام پاکستان کی صورت تک محدود نہ تھی بلکہ شروع ہی سے آپ سب اہلیان ہند کے مفادات کی بات کرتے تھے مثلاً ۱۵ رمئی ۱۹۲۹ء کو حکومت کے ہاتھوں ایک ہندو پر تشدد و قتل کے خلاف پنڈت دوار کا پرشاد مصرا کی ایک قرارداد پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے لاہور میں سائمن کمیشن کی آمد کے موقع پر بائیکاٹ کے ایک جلوس کی قیادت کی جس میں لالہ لجپت کو پولیس کے ہاتھوں پہنچنے والے زخموں کے نتیجہ میں موت کی تحقیقات پر مامور تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر سخت تنقید کی اور اس ضمن میں از سر نو تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے سائمن کمیشن پر اعتراضات کیے۔ قرارداد کے حق میں رائے دی اور قرارداد منظور کر لی گئی۔[۳]

آپ اہلیان ہند کے متعلق غیر جانبدارانہ طرز عمل کے حامی تھے اس لئے ہندوستان کی دیگر اقلیتیں اپنے تحفظ حقوق اور حصول آزادی کیلئے آپ کو اپنا ہمدرد جان کر آپ کے پاس آتی تھیں اور آپ سے صلاح مشورہ کرتی تھیں۔ آپ نہ صرف ان کی تائید فرماتے بلکہ انہیں مفید مشورے دیتے تھے۔ ۵ جنوری ۱۹۳۸ء کو الہ آباد یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین سے خطاب کیا اور اعلان کیا کہ جب تک اقلیتوں کا مسئلہ حل نہیں ہوتا ہندوستان آزاد نہیں ہوسکتا۔ آدی ہندو اچھوت ایسوسی ایشن کے وفد نے ملاقات کی اور ان کی مدد چاہی اور جداگانہ طریقہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔[۴]

اچھوت اگرچہ مذہبی طور پر ہندو ہی شمار ہوتے ہیں مگر ہندوانہ ذات پات کے نظام میں اعلیٰ ذات کے ہندو انہیں کوئی حقوق دینے پر تیار نہیں ہوتے۔ کانگریس میں بھی اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لئے ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہونے کے باوجود یہ لوگ اس سے ناامید تھے۔ خود کانگریسی رہنما پنڈت جواہر لعل نہرو نے ۱۶ رجنوری ۱۹۳۸ء کو بیان دیا تھا کہ اقلیتوں کے بارے میں کانگریس کی اپنی پالیسی ہے۔[۵]

یعنی اقلیتوں کے متعلق قائداعظم کے نقطہ نظر سے متفق نہ تھے اس لئے اچھوت اپنے مطالبات کے لئے آپ کی مدد و مشورے کے خواہاں ہوتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کئی ملاقاتیں کیں مثلاً ۲۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو پست اقوام کے نمائندہ وفد نے قائداعظم سے ملاقات کی اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو آپ نے اپنی رہائش گاہ پر اچھوتوں سے خطاب کیا۔ تقریباً تین ہزار ممبران شیڈولڈ کاسٹ فیڈریشن آئے تھے۔ آپ نے خطاب میں کہا ''میں تمہارا دوست ہوں اور رہوں گا وعدے کرنا اور پھر بھول جانا بہت آسان ہے دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں بھی جو کچھ کر سکتا تھا وہ میں نے کیا''۔[۶]

قیام پاکستان کے زمانے میں بھی اچھوت رہنما قائداعظم سے اپنے مستقبل کے لئے تحفظ حقوق کی خاطر ملاقات کرتے رہے۔ مثلاً جون ۱۹۴۷ء کو سکھ لال ڈپٹی میئر لاہور کارپوریشن جو نئی قائم شدہ پاک اچھوت فیڈریشن کے صدر بھی تھے مسٹر مینگھل رام سیکریٹری فیڈریشن اور مسٹر بی ایس رامداسیہ کے ساتھ قائداعظم سے ملنے آئے۔ یہ لوگ پاکستان میں سکونت چاہتے تھے اور قائداعظم نے انہیں یہاں پر ان کے تمام حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی۔

اچھوت جنہیں ہندو قوم والے اپنانے کو تیار نہ تھے بانی پاکستان نے انہیں اعلیٰ سطح کے حکومتی عہدوں پر فائز کرادیا۔

۱۳/اکتوبر ۱۹۴۶ء کو آپ نے وائسرائے ہند سے آل انڈیا مسلم لیگ کی عارضی حکومت میں شمولیت کے امکانات پر گفتگو کی اس سلسلہ میں انہیں خط بھی لکھا عارضی حکومت میں شمولیت کے لئے پانچ نامزد افراد کے نام وائسرائے کو ارسال کیے جن کے نام یہ تھے، لیاقت علی خان، آئی آئی چندریگر، عبدالرب نشتر، غضنفر علی خان اور جوگندر ناتھ منڈل (صوبائی وزیر اور بنگال سے اچھوت رہنما) بعد میں یہ وزارتیں منظور کی گئیں اور جوگندر ناتھ منڈل کو وزارت قانون سازی کا قلمدان سونپا گیا۔[8]

ہندوستان کی آزادی کی صورت میں یہاں پر مقیم عیسائی بھی اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند تھے جس کیلئے وہ خود عیسائی انگریز حکومت کی بجائے قائداعظم پر زیادہ اعتماد کرتے تھے لہٰذا وہ بھی آپ سے اپنے حقوق کے تحفظ کے متعلق مشورہ و اعانت کے متمنی تھے اور آپ کے ساتھ رابطے میں رہتے تھے اسی سلسلے میں پریذیڈنٹ انڈین کرسچن ایسوسی ایشن مدارس کا ٹیلی گرام موصول ہوا۔[9] اور ۱۸/نومبر ۱۹۸۶ء کو دہلی میں ریورنڈ عبدالحق کی سربراہی میں آل انڈیا کرسچن لیگ کا وفد آپ سے ملا۔ ۹/اپریل ۱۹۴۷ء کو پنجاب کے مسیحی لیڈر اور ممبران پنجاب اسمبلی مسٹر ایس بی سنگھا، مسٹر گبن اور کوچین کی انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے صدر ایس بی لیویز آپ سے ملنے آئے۔ قیام پاکستان کے قریب یہ ملاقاتیں اور مشورے تھوڑے تھوڑے وقفوں سے ہونے لگے۔ شروع میں تو پورے ہندوستان کے مختلف علاقوں کی عیسائی تنظیمیں آپ سے رابطہ و ملاقاتیں کرتی رہیں اور قیام پاکستان کے بعد پاکستانی علاقوں میں سکونت پذیر عیسائی نمائندے آپ سے زیادہ ملاقاتیں کرتے تھے مثلاً ۱۱/اپریل کو مسٹر اینتھنی اور مسٹر سی ای گبن ایم ایل اے پنجاب آپ سے ملے اور مسلم اکثریت کے علاقوں میں اینگلو انڈین آبادی کی حیثیت کے متعلق بات چیت کی۔ یہ بات چیت تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی جسے مذکورہ بالا لیڈروں نے مفید بیان کیا۔ ۱۰/جون ۱۹۴۷ء کو مسٹر سی ای گبن اینگلو انڈین پاک ایسوسی ایشن اور دیوان بہادر ایس بی سنگھا صدر پنجاب جوائنٹ کرسچن بورڈ نے آپ سے ملاقات کی ایک گھنٹے کی گفتگو کے دوران پاکستان میں اینگلو انڈین اور مسیحی آبادی کے مستقبل کے متعلق بات چیت کی۔[10]

ہندوستان کی سکھ آبادی اگرچہ شروع ہی سے مسلمانوں کے خلاف جارحانہ رویہ رکھتی تھی اور مسجد شہید گنج جیسے معرکے برپا کر چکی تھی لیکن وہ لوگ بھی ہندوؤں کے رویے سے زیادہ مطمئن نہ تھے اور اپنی الگ پہچان کے خواہاں تھے چونکہ ان کی آبادی زیادہ تر ان علاقوں میں تھی جو پاکستان کے مجوزہ نقشے کے قریب پڑتے تھے لہذا وہ بھی حصول آزادی اور تحفظ حقوق کے لئے قائداعظم سے رابطہ کرتے تھے اور آپ نے انہیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ عموماً ان کے ساتھ تعاون فرمایا حتیٰ کہ ان کی جانب سے جارحانہ و پرتشدد اقدامات کے باوجود مسلمانوں کو صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ نے سکھوں کے حقوق کی خاطر اپنی خدمات پیش کرنے میں کبھی پس و پیش نہ کیا۔ مثلاً یکم ستمبر ۱۹۲۵ء کو پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی جانب سے پاس ہونے والے سکھ گردوارہ ایکٹ میں موجود اغلاط کی اصلاح کیلئے موڈی مین کی طرف سے پیش کردہ سکھ گردوارہ (ضمنی) بل پر تقریر کی۔ آپ نے کہا ''سکھ رہنماؤں کی رہائی کو حکومت سکھ عبادت گاہوں پر کنٹرول کرنے سے مشروط نہ بنائے'' یعنی حکومت سکھوں کی عبادت گاہوں پر کوئی غیر ضروری اور ناروا مداخلت کر رہی تھی جس کے خلاف آپ نے دلائل دیئے۔ اسی طرح ۱۸ فروری ۱۹۲۷ء کو سرکاری ملازمتوں میں سکھوں کی قلیل نمائندگی کو بہتر بنانے کے بارے میں حکومت نے کیا اقدامات کیے ہیں آپ نے ان کے بارے میں اسمبلی میں سوال اٹھایا۔[11]

یعنی اسمبلی کی سطح پر جہاں عام آدمی کی رسائی ممکن نہ تھی آپ نے سکھوں کے حقوق کی وکالت فرمائی۔ قیام پاکستان کے قریب زمانے کے سکھوں میں بے چینی پائی جاتی تھی اور اپنی الگ آزاد ریاست کے طلب گار تھے اور پاکستانی علاقوں سے منسلک ہونے کی وجہ سے قائداعظم سے رابطے کو مفید جانتے تھے اس لئے اس بارے میں انہوں نے کئی مرتبہ آپ سے ملاقاتیں کیں مثلاً ۲۴ر مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں سکھ طلباء کے ایک گروپ نے آپ سے ملاقات کی جس میں آپ نے پاکستانی اسکیم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میری رائے میں ہر قوم کو خود اختیاری کا حق حاصل ہے اور میں سکھوں کے اس حق سے انکار نہیں کرنا چاہتا یعنی آپ نے ان کے حق آزادی کو تسلیم کیا مگر انہیں یہ خدشہ تھا کہ پاکستان بننے کی صورت میں ان کا نقصان ہوگا لہذا وہ اس کے خلاف کوشش کرنے لگے جس پر آپ نے ۵ر اگست ۱۹۴۴ء کو لاہور میں ایک اخباری بیان میں سکھ لیڈروں کو پاکستان میں ان کے حقوق کی یقین دہانی کرائی اور ان سے اپیل کی کہ وہ پاکستان کے حصول کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے سے گریز کریں۔[12]

تحفظ حقوق کیلئے یقین دہانی تو اس صورت میں تھی جب وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کرتے مگر وہ چونکہ اپنا الگ ملک چاہتے تھے قائداعظم ان کے اس مطالبے کو بھی اصولی طور پر تسلیم کرتے تھے اس بارے میں ۲۱ر مارچ ۱۹۴۶ء کو سروپ سنگھ صدر اور امر سنگھ سیکرٹری آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن نے ڈیڑھ گھنٹہ قائداعظم سے بات چیت کی جس کے

فوراً بعد قائد اعظم نے اوپی کو بیان جاری کیا کہ میں نے آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر اور سیکرٹری سے تبادلہ خیال کیا ہے اور انہیں صاف بتا دیا ہے کہ سکھ بطور قوم ایک سکھ سٹیٹ کے حقدار ہیں اور میں اس کا مخالف نہیں ہوں بشرطیکہ وہ مجھے یہ دکھا دیں کہ یہ کہاں بن سکتی ہے۔ میں سکھوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان سمجھوتہ کروانے کیلئے کام کرنے کو تیار ہوں۔[١٣]

آپ دونوں صورتوں کے لئے تیار تھے یعنی اگر ممکن ہو تو سکھ اپنے لیے علاقے کا تعین کر کے الگ ریاست کی کوشش کریں بصورت دیگر اگر وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہیں تو ان کے تمام حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔ مگر سکھ بداعتمادی کا شکار تھے اور ان کی تسلی نہ ہوتی تھی لہذا اس سلسلے میں ١٤ر اپریل ١٩٤٦ء کو ماسٹر تارا سنگھ نے آپ سے ملاقات کی جس میں اس نے اپنے لئے الگ ریاست سکھستان کا مطالبہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے مطالبے کے بنیادی اصول کو قبول کر لیا اور اکالیوں سے اپنے منصوبے کی تفصیلات طلب کیں ماسٹر تارا سنگھ نے جواب میں آپ سے وہ تحفظات تحریری شکل میں طلب کیے جو آل انڈیا مسلم لیگ سکھوں سے چاہتی تھی۔[١٤]

سکھوں کا مسئلہ سنجیدہ صورت اختیار کر گیا تھا قائد اعظم کی پوری کوشش تھی کہ اسے کسی طرح حل کر لیا جائے ماسٹر تارا سنگھ سے ملاقات کے بعد شام کو آپ خود چھ بجے سر تیجا سنگھ ملک کی رہائش پر تشریف لے گئے وہاں مہاراجہ پٹیالہ وزیر اعظم پٹیالہ ماسٹر تارا سنگھ اور گیان کرتار سنگھ بھی موجود تھے اس بارے میں وہاں ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو ہوئی۔ آپ سکھوں سے مفاہمت کو بہت ضروری سمجھتے تھے جس کیلئے آخر تک بات چیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ٢٣ر اگست ١٩٤٦ء کو آپ نے ایک اخباری بیان میں اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کو دوستانہ انداز کی بات چیت کی دعوت دی۔ آپ نے ماسٹر تارا سنگھ کو یقین دلایا کہ مسلم لیگ کے ساتھ معقول اور منصفانہ بنیاد پر بات چیت ہوگی۔[١٥] مگر افسوس قائد اعظم کی ساری ہمدردی و تعاون اور تحفظ حقوق کی یقین دہانی کے باوجود سکھوں کی بداعتمادی دور نہ ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف پاکستان کو چھوڑ کر ہندوستان کے ساتھ الحاق کیا بلکہ مشرقی پنجاب میں بلاوجہ بے گناہ نہتے مسلم عوام کا بڑی سفاکی کے ساتھ کشت و خون کیا۔ اس کے باوجود جو سکھ آبادی پاکستان میں رہ گئی تھی اس کے ساتھ کوئی انتقامی کارروائی نہ کی گئی اور آج تک وہ یہاں امن و سکون کے ساتھ سکونت پذیر ہیں۔

الغرض قائد اعظم محمد علی جناح کو تمام اقلیتوں کے ساتھ ہمدردی تھی وہ سب کے مذہبی حقوق کا احترام کرتے تھے۔ انگریز حکومت کی طرف سے کسی کے خلاف ہر ایسے اقدام کی مخالفت فرماتے تھے جس سے ان کی مذہبی حق تلفی ہوتی ہو۔ آپ نے ڈاکٹر ایچ ایس گور کی اس تحریک کی حمایت کی جس میں ہندو ریلیجس اینڈ چیریٹی بل سلیکٹ کمیٹی کے

سپرد کرنے کو کہا گیا تھا۔ڈاکٹر گور کے ایک اور بل کی بھی حمایت کی جس میں انڈین کرمنل لاء (ترمیمی) ایکٹ ۱۹۰۸ء کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔[۱۶]

ہندوستان ایک کثیر المذاہب اقوام کا ملک تھا۔حکومت کی طرف سے اگرچہ کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت کم ہی ہوتی تھی مگر بعض اوقات متعصب اور شر پسندوں کی طرف سے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی دل آزردگی کے واقعات ظہور پذیر ہو جاتے تھے۔مثلاً آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی کی جانب سے اسلام پر ناروا حملے کیے جاتے تھے اسی طرح بعض دیگر متعصب ہندوؤں نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔قائد اعظم سب کے مذہبی جذبات کا احترام ضروری سمجھتے تھے۔شر پسند عناصر کے ایسے مفسدانہ ہتھکنڈوں کے تدارک کیلئے ہر کوشش کی آپ تائید فرماتے تھے اور متاثرین کی قانونی مدد فرماتے تھے۔اسی نوعیت کے ایک مقدمہ میں مولانا محمد علی جوہر نے ایک ٹیلی گرام کے ذریعے آپ کو بانیان مذاہب کی ہتک کی تدارک کے لئے تدابیر و مسائل کے سلسلے میں مشورے کی خاطر دہلی میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔آپ نے ٹیلی گرام کا جواب ارسال فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں ۱۵راگست کے مجوزہ جلسے میں شرکت سے معذور ہوں البتہ میں ہر اس تدبیر کی تائید کرنے کیلئے تیار ہوں جس کا مقصد مقدس بانیان مذاہب کے ناموس و وقار کا تحفظ ہو۔میں مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ آئینی ذرائع اختیار کریں۔ہز ایکسیلینسی گورنر پنجاب اور ان کی حکومت نے قابل تعریف و تحسین کام کیا ہے عامۃ الناس کو بھی اور مسلمانوں کو بالخصوص چاہیے کہ ہز ایکسیلینسی اور ان کی حکومت نے مسلمانوں کے حالات پر قابو پانے کیلئے جو مدبرانہ اقدام اٹھایا ہے اس پر اظہار پسندیدگی کریں۔[۱۷]

ہندو اکثریت اور ان کی نمائندہ جماعتوں کے ناروا سلوک اور جارحانہ کردار سے دلبرداشتہ ہو کر قائداعظم نے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کے حصول کا فیصلہ کیا تھا تاکہ ان کے مذہب وثقافت اور معیشت و معاشرت سب چیزوں کو تحفظ حاصل ہو۔اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کا برطانوی تسلط سے آزادی کے بعد ہندو اکثریت کے زیر اقتدار چلے جانے کا خطرہ تھا۔آزادی کے حصول سے قبل ہی ہندوؤں کے خطرناک عزائم کھلے طور پر نظر آرہے تھے۔شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکیں اسی غرض سے چلائی گئیں کہ یا تو سب مسلمانان ہند شدھ ہو کر ہندو بن جائیں یا پھر ہندوستان سے بے دخل ہو کر چلے جائیں۔ہندو رہنماؤں کے بیانات سے ان کے عزائم اب پوشیدہ نہ رہے تھے۔ان حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے الگ وطن کا مطالبہ ان کے تمام مسائل کا واحد حل کے مترادف تھا۔اس لئے قائداعظم نے یکسو ہو کر پاکستان کے حصول کو اپنی زندگی کا واحد مقصد قرار دیا تھا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ برطانوی تسلط سے

صرف مسلمانوں کی آزادی کے خواہاں تھے بلکہ آپ کی سعی سب اہلیان ہند کی آزادی کیلئے تھی اس لئے آپ پر خود غرضی کا الزام نہیں لگ سکتا تھا۔ ۱۲؍جنوری ۱۹۴۵ء کو آپ نے بمبئی میں فرمایا ''ہم ہندو، عیسائی اور دوسرے فرقوں کو یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان کے جدوجہد میں ہم پورے ملک کی آزادی کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔[۱۸]

پاکستان کے مجوزہ علاقوں میں مسلم اکثریت کے علاوہ ہر مذہب کے لوگ اقلیت کے طور پر سکونت پذیر تھے۔ اسی طرح ہندو اکثریت کے صوبوں میں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے آباد تھے۔ قائداعظم کو جہاں ہندو اکثریت والے علاقوں میں مسلمان اقلیت کے تحفظ حقوق کی فکر لاحق تھی بالکل اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کے مفادات کا دفاع بھی آپ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے جس کیلئے آپ نے ہر سطح پر انہیں یقین دلایا کہ پاکستان کے حصول کا مقصد ان کی حق تلفی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوں گے۔ جوں جوں پاکستان کا قیام قریب آ رہا تھا آپ مسلسل غیر مسلم اقلیتوں کے خدشات کو دور کرنے کا اہتمام فرما رہے تھے۔ اُنہوں نے ۲۵ جنوری ۱۹۴۵ء کو اے پی آئی کو ایک انٹرویو میں اقلیتوں کو یقین دلایا کہ مسلم لیگ ان کے ساتھ انصاف پر مبنی سلوک کرے گی۔ آپ ہندوستان کی تقسیم کے مطالبے کے باوجود ہندو پاکستان میں دوستانہ تعلقات کے خواہاں تھے جبکہ ہندو رہنماؤں کی نفرت وعداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی آپ کا ہندوستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا ایک بڑا سبب علاقہ میں موجود اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۴۷ء کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے اعلان فرمایا کہ اقلیتوں کا تحفظ ہندو پاک دوستی میں ہے۔[۱۹]

مگر ہندو رہنماؤں کے غیر لچکدار رویے کی وجہ سے آپ اپنی ساری جدوجہد کے باوجود ان کی جانب سے مایوس ہو چکے تھے جس کا اظہار آپ نے پہلے ہی کر دیا تھا۔ ۲۵؍فروری ۱۹۴۷ء کو آپ نے ''اے پی آئی'' کو انٹرویو دیا ''فرمایا کہ بد قسمتی سے ہندو نکتہ نظر مددگار ثابت نہیں ہوا۔ (البتہ میری خواہش ہے کہ) اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک ہونا چاہیے''۔[۲۰] حکومت ہند کے طرزِ عمل سے خیر کی امید نہ تھی مگر پاکستان میں موجود غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت آپ اپنی حکومت کی اخلاقی و قانونی ذمہ داری سمجھتے تھے اس کیلئے قوم کی ذہن سازی فرما رہے تھے۔ ۶؍مارچ ۱۹۴۷ء کو آپ نے فرمایا ''میرا ایمان ہے کہ ایسی حکومت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جو اقلیتوں سے ناانصافی کرے اور انہیں خوفزدہ کرے۔ آپ نے بتایا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا پوری طرح تحفظ ہوگا اور انہیں تمام جائز مراعات حاصل ہوں گی۔ اس کے متعلق کسی قسم کے خوف یا بدگمانی کی ضرورت نہیں۔ وہ پاکستان کے ایسے ہی آزاد شہری ہونگے جیسے کسی اور مہذب ملک کے ہوسکتے ہیں۔ پاکستان میں ہندو مسلم پاکستانیوں دونوں کو یکساں

فوائد حاصل ہوں گے اس لئے ہندوؤں کو چاہیے کہ ہمارا راستہ نہ روکیں۔[۲۱]

آپ نے عملی طور پر بھی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے۔ مشرقی پنجاب میں سکھوں کے مظالم کی وجہ سے پاکستانی صوبہ پنجاب میں حالات نہایت کشیدہ تھے اور یہاں پر موجود ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف انتقامی کارروائی کا خطرہ تھا۔ ۱۷؍مارچ ۱۹۴۷ء کو میاں ممتاز دولتانہ نے قائداعظم سے ملاقات کی اور انہیں پنجاب کی خوفناک صورت حال سے آگاہ کیا، آپ نے ایک بیان میں مسلمانان پنجاب کو امن و امان قائم کرنے، اقلیتوں کی حفاظت کرنے اور صوبائی مسلم لیگ کو امن و امان کے قیام میں حکومت پنجاب کی امداد کرنے کی ہدایت کی۔[۲۲]

اس قدر انتہائی نازک صورت حال میں بھی پاکستانی مسلمانوں کو اقلیتوں کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کی بجائے صبر و تحمل کی تاکید کی اور اقلیتوں کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنایا۔ اقلیتوں کے تحفظ اور حقوق کے بارے میں آپ اس قدر حساس تھے کہ ۱۷؍جون ۱۹۴۷ء کو آپ نے پارٹیشن کونسل میں صاف صاف فرمادیا تھا کہ پاکستان کے علاقوں کے غیر مسلم افراد کو پورے پورے شہری حقوق حاصل ہونگے۔[۲۳] اس طرح آپ نے اقلیتوں کو واضح اور قطعی انداز میں تحفظ کی ضمانت دی۔ ان میں اعتماد اور تحفظ کا احساس پیدا کیا۔ ان کی دلجوئی کی۔ انہیں دلاسہ دیا اور ان کے مجروح جذبات و احساسات کو مندمل کرنے کیلئے مسیحائی کی۔[۲۴]

> Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah, Governor General designate of Pakistan, at a press conference on July 14, 1947 in New Delhi assured the minorities in the Pakistan dominion that they would have protection with regard to their religion, faith, life, property and culture.[۲۵]
>
> On July 22, 1947 The Father of the Nation Muhammad Ali Jinnah and his deputy Liaquat Ali Khan together with the leaders of All India Congress declared "Both The Congress and Muslim League have undertaken to give fair and equitable treatment to the minorities after the transfer of power. The two future governments re-affirm these assurances. It is their intention to safeguard the legitimate interests of all citizens irrespective of religions, caste or sex. In the exercise of their normal civic rights all citizens will be regarded as equal.[۲۶]

۱۱؍اگست ۱۹۴۷ء کو جب آپ نے پاکستان کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے مرکزی قانون ساز اسمبلی کو خطاب کیا تو اس میں بھی آپ نے ارکان اسمبلی کو غریبوں کی دست گیری کی تاکید فرمائی اور ساتھ ہی اسلام کے ایک حقیقی ترجمان کی حیثیت سے یہ بھی واضح کردیا کہ مذہب یا ذات پات یا نسل و رنگ کی وجہ سے کوئی شخص امتیازی سلوک کا مستحق نہ سمجھا

جائے گا۔آپ نے فرمایا، اگر ہم پاکستان کی اس عظیم سلطنت کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی تمام مساعی اس کے باشندوں خصوصاً عام لوگوں اور غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دینی چاہیے اس ملک میں جس کی ہم آج بنیاد ڈال رہے ہیں ذات یا مذہب کی بناء پر کسی سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ہم اس بنیادی اصول پر آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ریاست میں برابر کے شہری ہیں۔[۲۷]

اسی روز بحیثیت نامزد گورنر جنرل اور صدر مجلس دستور ساز اسمبلی پاکستان کے موقع پر خطاب فرمایا''اب اگر ہم پاکستان کو خوشحال اور فارغ البال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو کلیتاً عوام کی خدمت میں اور خصوصاً غریبوں کی خدمت میں لگ جانا چاہیے۔''خواہ تمہارا رنگ ذات اور مذہب کچھ ہی ہو مگر اب تم میں سے ہر ایک پاکستان کا شہری ہے جس کے وہی تمام حقوق اور ذمہ داریاں ہیں جو کسی اور کی ہو سکتی ہیں۔ہم کو اس جذبہ سے کام کرنا ہے۔تھوڑے عرصے میں اکثریت اور اقلیت، ہندو قوم اور مسلم قوم کے قصے ختم ہو جائیں گے خود مسلمانوں میں پٹھان، پنجابی اور شیعہ سنی وغیرہ ہیں اسی طرح ہندوؤں میں برہمن، ویش، کھتری، بنگالی، مدراسی وغیرہ ہیں یہ سب تفرقات دور ہو جائیں گے۔اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کی آزادی میں یہی مختلف چیزیں بڑی رکاوٹ رہی ہیں ورنہ ہم بہت پہلے آزاد ہو چکے تھے۔[۲۸]

دستور ساز اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے آپ کا یہ خطاب گویا پاکستان کے آئین کی حیثیت رکھتا تھا جس میں آپ نے اقلیتوں کے حقوق و فرائض کو دیگر پاکستانی شہریوں کے مساوی قرار دیا اور بحمد اللہ پاکستان کی پوری تاریخ میں قائداعظم کے اس اصول پر اہتمام کے ساتھ عمل درآمد ہوا۔اس اصول کو کبھی کسی سطح پر نظر انداز نہیں کیا گیا۔اس اصول کی عملی مثال قیام پاکستان کے روز اول سے پیش کی گئی۔یعنی ۱۱راگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت اقلیتوں کے نمائندہ وزیر مسٹر جوگندر ناتھ منڈل نے فرمائی اور پاکستان کے پہلے وزیر قانون یہی اقلیتی رکن تھے۔اور پاکستانی افواج کا پہلا کمانڈر انچیف ایک انگریز جنرل سر فرینک میسروی تھا جو ۱۵راگست ۱۹۴۷ء سے ۱۵رفروری ۱۹۴۸ء تک اس عہدے پر فائز رہا۔[۲۹]

۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے اقتدار کی منتقلی کے وقت اپنی تقریر میں یہ امید ظاہر کی کہ پاکستان میں اقلیتوں کے سلسلے میں اکبر بادشاہ کی تقلید کی جائے گی۔اس کے جواب میں قائداعظم نے کہا''اکبر بادشاہ کی وہ رواداری اور نوازش جو اس نے اپنی غیر مسلم رعایا پر کی کوئی حالیہ اختراع نہیں بلکہ تیرا سو سال قبل ہمارے پیغمبر ﷺ نے عیسائیوں اور یہودیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد نہ صرف لفظی بلکہ عملی طور پر عالی ظرفی اور فیاضی کا سلوک کیا تھا۔آپ ﷺ نے

ان سے حد درجہ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کے مذاہب اور عقائد کا احترام کیا۔ مسلمانوں کی تمام تاریخ جہاں جہاں انہوں نے حکمرانی کی ایسے ہی تہذیب و شائستگی سکھانے والے عظیم اصولوں سے بھری ہوئی ہے جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔[۳۰]

قائداعظم محمد علی جناح نے قانون ساز اسمبلیوں میں اقلیتوں کے حقوق کے متعلق اپنے عزم کے اظہار کے بعد عوامی سطح پر بھی اس کے اعلان کو ضروری سمجھا چنانچہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو اہلیان پاکستان سے خطاب میں اقلیتوں کے متعلق فرمایا، ''ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول وعمل اور طرز فکر سے اقلیتوں پر ثابت کر دیں کہ جب تک وہ لوگ ان فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرتے رہیں گے جو ان پر پاکستان کے وفادار شہریوں کی حیثیت سے عائد ہوتی ہیں تو انہیں کسی قسم کا خوف وخطرہ نہیں ہونا چاہیے۔''[۳۱]

ایک موقع پر آپ نے عیسائیوں کے مذہبی اجتماع سے اپنے اس عزم کا اعادہ فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے

> Just two days after the creation of Pakistan the Holy Trinity Church and the Anglican Cathedral in Karachi made arrangments for special service of prayers and thanks-giving, "When Jinnah heard of this he asked that he might be allowed to attend the service." So Jinnah attended the service, and by making this graceful and moving gesture to the Christian community, Jinnah made it clear that every community, be it Christian or Hindus or Muslim has equal rights and is part of Pakistani nation.[۳۲]

تقسیم کے موقع پر ہندوستانی علاقوں سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے بڑی بے دردی سے قتل کیا وہ ان کی نعشیں ہندوستان سے پاکستان کو بہنے والے دریاؤں مثلاً دریائے جہلم و چناب میں بہا دیتے تھے اس کشت وخون کا ایک بڑا سبب انگریز جج کی جانب سے پاک وہند کی سرحدی حدود کے تعین میں ناانصافی تھی جس سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا اور اسی وجہ سے پاکستانی عوام میں ہندوں اور سکھوں کے خلاف غیض وغضب اور انتقامی جذبہ کا پایا جانا ایک فطری امر تھا۔ قائداعظم نے اس نازک گھڑی میں بھی صورت حال کو قابو میں رکھا۔ اس کے متعلق ۳۱ راگست ۱۹۴۷ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے پناہ گزینوں، باؤنڈری کمیشن اور اقلیتوں کے بارے میں ایک تقریر فرمائی جس میں امن وامان کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے پر زور دیا آپ نے فرمایا باؤنڈری ایوارڈ غیر منصفانہ ہوسکتا ہے لیکن ہم اس کے پابند ہیں۔[۳۳]

پاکستانی عوام کو اقلیتوں کے ساتھ اسلامی رواداری کے متعلق تلقین کرتے ہوئے ۹ رجنوری ۱۹۴۸ء کو ایک بیان

میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ پھر مسلمانوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ انہیں اپنے پڑوسی ہندوؤں اور تمام اقلیتوں کو فتنہ پروری، شر پسندی اور لاقانونیت پر آمادہ افراد کی کارروائیوں سے محفوظ رکھنا ہے اور انہیں احساس دلانا ہے کہ وہ محفوظ ہیں۔ پاکستان کو ایک قانونی اور طاقت ور حکومت کی ضرورت ہے۔ حکومت پاکستان قانون توڑنے والوں کو شدید سزا دے گی۔ ۳۴

اقلیتوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ اب ملکی قانون کا حصہ تھا جس کی خلاف ورزی قانون شکنی کے زمرے میں آ کر مستوجب سزا ہوتی، لہذا اب انہیں بے خوف و خطر ہو کر ملکی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کرنا تھا۔ ۳رفروری ۱۹۴۸ء کو کٹرک پارسی کالونی کراچی میں سندھ کی پارسی برادری کی جانب سے منعقدہ ایک استقبالیہ میں محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ شرکت کی۔ خطبہ استقبالیہ کا جواب دیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ وہ پاکستان کو ایک عظیم ترین قوم اور خوشحالی و مسرت کا گہوارہ بنانے کے لئے کام کریں۔ انہیں یقین دہانی کرائی کہ پاکستان میں بلاامتیاز قوم و مذہب سب کے ساتھ مساوی برتاؤ ہوگا۔ ۳۵

آپ اس بارے میں اس قدر واضح موقف رکھتے تھے کہ اس کا اظہار پوری دنیا کے سامنے کرتے ہوئے بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ ۲۶/مارچ ۱۹۴۸ء کو آپ نے امریکہ کی عوام کیلئے ایک نشری گفتگو میں فرمایا "ہمارے یہاں بہت سے غیر مسلم ہندو، عیسائی اور پارسی ہیں۔ لیکن یہ سب پاکستانی ہیں۔ انہیں وہی مراعات و حقوق حاصل ہوں گے جو کسی اور شہری کو حاصل ہوسکتے ہیں اور یہ لوگ پاکستان کے معاملات میں اپنا جائز کردار ادا کر سکیں گے۔ ۳۷

پاکستان میں دیگر مذاہب کی بہ نسبت ہندو اقلیت زیادہ پریشان تھی کیونکہ ہندوستان کے ہندو وہاں پر مسلمانوں کے خلاف پر تشدد کارروائیاں کر رہے تھے جس کی وجہ سے انہیں یہاں پر انتقام کا خطرہ تھا۔ مگر قائداعظم نے سب کی حفاظت کو یکساں طور پر اہم قرار دیا تھا۔ ۲۲/مارچ ۱۹۴۸ء کو مشرقی بنگال کی مجلس قانون ساز اسمبلی کے ہندو ممبران کے وفد کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر فرقہ کے افراد کے ساتھ پاکستان کے شہریوں کا سا سلوک روا رکھا جائے گا اور ان کے مساوی حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں ہوں گی۔ ۳۸

بلوچستان پاکستان کا سب سے زیادہ پسماندہ صوبہ تھا جسے برطانوی دور حکومت میں نظر انداز کر دیا گیا تھا یہاں کی مسلم آبادی کی طرح غیر مسلم اقلیتیں بھی پاکستان میں اپنے بہتر مستقبل کی امید رکھتی تھیں قائداعظم بلوچستان کا خصوصی خیال رکھتے تھے اپنی رحلت سے کچھ عرصہ قبل جب کوئٹہ تشریف لائے تھے تو یہاں کی پارسی برادری نے ۱۳/جون ۱۹۴۸ء کو آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان میں اقلیتوں کو یکساں سلوک کا یقین دلایا اور اسی خصوصی توجہ کا حوالہ بھی دیا جو گورنر جنرل کی طرف سے بلوچستان کو دی جا رہی تھی۔ ۳۹

حرف آخر:-

مندرجہ بالا چند حوالوں سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ قائداعظم اگر چہ مسلمانوں کے مفاد کی جنگ لڑ رہے تھے مگر آپ کا مقصد صرف مسلمانوں کی بھلائی نہیں بلکہ سب اہلیان ہند کی خیر خواہی تھی جس کا اظہار آپ نے بار بار فرمایا نیز اقلیتوں کی بہتری وخوشحالی اور ان کے حقوق ومفادات کے تحفظ کے لئے آپ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے اور تقسیم ہند سے اب تک مذہبی اقلیتوں کو آپ کے ارشادات کی روشنی میں مکمل تحفظ ومراعات حاصل ہیں جبکہ ہندوستان میں مسلم اقلیت کے ساتھ آئے دن نہایت بھیانک سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱- مجید شیما، قائداعظم محمد علی جناح ادیبوں کی نظر میں، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۹۷ء، ص ۳۴۔

۲- کرم حیدری ملت کا پاسبان، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، ص ۲۴۶۔

۳- محمد علی صدیقی، قائداعظم محمد علی جناح، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۹۹ء ص ۱۱۹۔

۴- ایضاً، ص ۲۸۲۔

۵- ایضاً، ص ۲۸۳۔

۶- خورشید احمد خان، قائداعظم کے شب وروز، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۹۹۔

۷- ایضاً، ص ۱۳۹۔

۸- S.M Burke, *Quaid-i-Azam M.A Jinnah,* Karachi, Oxford University, Press 1997, p. 306.

۹- خورشید احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۲۸۔

۱۰- ایضاً، ص ۱۳۷۔

۱۱- محمد علی صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۹۲۔

۱۲- ایضاً، ص ۳۸۰۔

۱۳- Waheed Ahmed, *The Nation's Voice,* Karachi, Quaid-i-Azam Academy, 2000, vol: iv, p. 544.

۱۴- محمد علی صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۴۰۵۔

۱۵- خورشید احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۹۱۔

۱۶- محمد علی صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۶۲۔

۱۷- روزنامہ جنگ، کوئٹہ، اشاعت خصوصی، ۱۱ ستمبر ۲۰۰۴ء۔

۱۸- Waheed Ahmed, *op.cit.*, vol: IV, p. 37.

۱۹- محمد علی صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۴۳۶۔

۲۰- خورشید احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۱۱۷۔

۲۱- Waheed Ahmed, *op.cit.*, vol: IV, p. 494.

۲۲- خورشید احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۱۱۹۔

۲۳- کرم حیدری، ملت کا پاسبان، ص ۲۸۹۔

۲۴- شریف المجاہد، قائداعظم (حیات وخدمات) کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۸۸ء، ص ۱۳۷۔

۲۵- *Quaid-i-Azam M.A Jinnah, Speeches and Statements, 1947-1948* Islamabad, Ministry of Information, 1989, p.25.

۲۶- Rashid Ahmed Jullundhri, *Islam and Current Issues* Lahore, Institute of Islamic Culture, 1997, p.11.

۲۷- مجید شیما، قائداعظم ادیبوں کی نظر میں، ص ۳۴۔

۲۸- Stanley Wolpert, *Jinnah of Pakistan*, New York, Oxford University Press, 1984, p. 339.

۲۹- کرم حیدری، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۱۔

۳۰- Waheed Ahmed, *op.cit.*, vol: IV, p. 377.

۳۱- لطیف احمد شیروانی، بانیٔ پاکستان، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۹۶ء، ص ۴۷۔

۳۲- Rashid Ahmed Jullundhri, *Islam and Current Issues*, p. 15.

۳۳- محمد علی صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۴۳۹۔

۳۴- ایضاً، ص ۴۴۷۔

۳۵- *Quaid-i-Azam M.A Jinnah, Speeches and Statements, 1947-1948*, p. 119.

۳۶- Ibid p. 131.

۳۷- شریف المجاہد، میرا بھائی، (از فاطمہ جناح) کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۵۔

۳۸- محمد علی صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۴۵۳۔

۳۹- کرم حیدری، بحوالہ سابقہ، ص ۳۳۲۔